بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ، والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ
أمّا بعدُ

فاعلیت کا فقدان؟

بار بار ایک سوال اِس وقت ہم سے، اور شاید ہر کسی سے، پوچھا جا رہا ہے: اندریں حالات آگے بڑھنے کے لیے کسی راہِ عمل کی نشان دہی ہو؟

بلاشبہ یہ ایک اہم اور تفکیر طلب سوال ہے۔

'آگے بڑھنے' سے پوچھنے والے کی مراد اگر ایک عدد 'انقلاب' نہیں ہے تو اس سوال کا جواب دینے سے ہم بھی یقیناً سروکار رکھتے ہیں۔

ہاں اسلامی تحریکی عمل کی بنیاد 'انقلاب' کو بنانا ہمارا اختیار کردہ سکول آف تھاٹ نہیں۔ بلکہ 'انقلابی' منہج پر ہم کچھ تحفظات رکھتے ہیں۔

اس سے پہلے کئی مقامات پر ہم ائمۂ سنت کے ''کلاسیکل'' منہج[1] اور فی الوقت زبانوں پر موجود 'انقلابی' منہج کا فرق واضح کر آئے ہیں:

---

[1] ''کلاسیکل'' کا ایک ترجمہ 'سَلَفی' ہو سکتا ہے، لیکن برصغیر میں ایک گروہی دلالت رکھنے اور مذاہبِ اربعہ کے مقابلے پر مستعمل ہونے کے باعث، جو کہ اس کا نہایت غلط استعمال ہے، یہ لفظ ہماری گفتگو میں زیادہ نہیں آتا، محض اس خدشے سے کہ قاری ہمارا مقصود سمجھنے میں کسی الجھن کا شکار نہ ہو۔ ورنہ حق یہ ہے کہ مذاہبِ اربعہ ہی مذاہبِ سلف ہیں۔ ایک حنفی، شافعی، مالکی یا حنبلی۔ بشرطِ صحتِ عقیدہ۔ سلفی ہی ہوتا ہے۔ لیکن لفظ ''سلَفی'' کا یہ صحیح استعمال، ظاہر ہے ہمارے اس برصغیر میں اچھنبا لگے گا۔ یہاں تو ''سلفی'' کا استعمال ہوتا ہی بمقابلہ 'حنفی' یا بمقابلہ 'شافعی' ہے! جو کہ ایک واقفِ حال کے لیے باعثِ حیرت ہے۔

1. ’انقلابی منہج‘ کے تقریباً سب اہداف ’حصولِ اقتدار‘ کے بعد کے مرحلہ سے متعلقہ ہوتے ہیں۔ یعنی دین کے بیشتر اہداف ایک غیر معینہ مدت کے لیے مؤخر؛ بلکہ فلسفۂ مراحل کے تحت باقاعدہ معطل۔ ان کے اس اصل ہدف (حصولِ اقتدار) کو سر کرنے میں اگر سو یا پچاس سال لگ جائیں– اور جو کہ ہمارے سامنے؛ کوئی نرا مفروضہ نہیں ہے– تو دین کے کچھ روزمرہ ضرورت کے اہداف اتنی ہی مدت کے لیے آپ کی محنت اور توجہ سے محروم ہو رہیں گے۔ نتیجتاً فرائضِ دین کا ایک بڑا حصہ ’یوٹوپیا‘ کی صورت اختیار کرتا اور کسی ’مسیحا‘ یا ’مہدی‘ کی آمد سے ملتی جلتی کوئی چیز ہو جاتا ہے۔ بہت سے مذاہب اس ’انتظار‘[2] کی نفسیات میں باقاعدہ صدیاں گزار چکے ہیں؛ یعنی مسلسل ایک تخیل کی دنیا میں رہنا اور کسی یکلخت غیر معمولی عظیم الشان واقعے کی امید میں زندگی گزارنا۔ ’حال‘ سے مایوس؛ ’تصوراتی دنیا‘ کے اندر رہنے میں ایک قسم کی راحت اور تلخیِ ایام کی کچھ تلافی پانا۔ صلاحیتوں کی ایک بڑی تعداد میں ذخیرہ اندوزی (cold storage)، یعنی فی الحال کے لیے انہیں اسلام کے کسی استعمال میں نہ رہنے دینا اس اپروچ کا ایک خودبخود نتیجہ ہوتا ہے۔ بلاشبہ عالم اسلام کے کئی خطوں میں اسلامی تحریکوں کے یہاں اس ’انقلابی منہج‘ کی بند گلی سے نکل کر ”عمل“، ”فاعلیت“ اور ”تبدیلی“ کی راہ اختیار کرنے کی جانب رخ ہوا ہے۔

2. ”کلاسیکل منہج“ اس کے مقابلے پر یہ ہے کہ آج کی ڈیٹ میں دین کے جس جس حکم اور جس جس شعبے پر جس قدر عمل ہو سکتا ہے اس پر پورا زور صرف کر دیا جائے۔ اسی کو ہم ”منہجِ استطاعت“ بھی کہتے ہیں؛ جو کہ ”عمل“ اور ”فاعلیت“ سے پُر ہے۔ یعنی دین کے جو جو مقاصد آج کی ’دی ہوئی صورتحال‘ میں بروئے کار لائے جاسکتے

---

[2] اس سلسلہ میں شیخ سلمان العودۃ کا ایک عربی مضمون مفید مطالعہ ہے بعنوان: الانتظارُ عُقدة وليست عقيدة ”انتظار ایک عُقدہ ہے نہ کہ عقیدہ“۔

ہیں انہی کو قائم کرنے پر تن دہی سے جُت جایا جائے۔ حالات یہاں آپ کو جتنی سپیس space اور جتنے مواقع opportunities دیتے ہیں، ان کو بھرپور طور پر لیا جائے، ہاں مزید کو لینے کے لیے بھی جتنا زور صرف ہو سکتا ہو کیا جائے؛ اور جو کہ کسی وقت 'انقلاب' تک بھی جا سکتا ہے۔ البتہ 'انقلاب' اِس کے منہج میں کوئی ایسا حتمی وفیصلہ کن نقطہ final and decisive point نہیں ہے جو اِس کے عمل اور فاعلیت کو باقاعدہ کوئی صورت دیتا (معاشرے میں اِس کے عمل وپیشقدمی کو shape کرتا) اور اس کے معاشرتی محاذوں social fronts پر جُتنے کو فی الحال کے لیے مؤخر کراتا ہو۔ یعنی 'انقلاب' نہ بھی آئے تو اِس کے پاس معاشرے میں کرنے کے ڈھیروں کام ہوتے ہیں، جن کے ذریعے یہ کسی 'انقلاب' کے بغیر بھی معاشرے کو آدھا پونا اپنے قابو میں کر لیتا اور اپنے عقائدی وتہذیبی مقاصد کو اپنے پورے ڈائنامزم کے ساتھ یہاں پیش رفت کرواتا اور اس کے لیے بہت سی تدابیر کرتا اور چالیں چلتا ہے۔

البتہ ایک تیسرے منہج کی یہاں اگر کچھ وضاحت نہ کی جائے تو اندیشہ ہے کہ قاری ہمارے مجوزہ منہج کو اس کے ساتھ خلط کرتا چلا جائے گا... اور یہ ہے 'تبلیغی' منہج۔ اس منہج کا لب لباب اگر ہم اپنے الفاظ میں کریں تو وہ یوں ہے کہ بیس کروڑ انسانوں کے ایک معاشرے میں آپ 'فرد' کو ایک طرف سے ٹھیک کرنا شروع کر دیں اور دوسری طرف جا پہنچیں! یوں 'فرد' کو جب آپ ٹھیک کر دیں گے تو 'معاشرے' کی کیا مجال ہے کہ ٹھیک نہ ہو، 'نظام' اور 'اختیارات' کی بابت آپ خوامخواہ پریشان ہوئے جا رہے ہیں؛ تبلیغ کے نتیجے میں یہ تو خود بخود ٹھیک ہو جانے والی چیز ہے! حقیقت یہ ہے کہ اوہام کی تاریخ میں اس سے بڑا وہم شاید ہی کبھی پایا گیا ہو۔

جبکہ ہمارا مجوزہ منہج یہ ہے کہ معاشرے میں طاقت کے سوتوں کو اگر پوری طرح ہاتھ میں نہیں کیا جا سکتا تو ان سوتوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش ضرور کی جائے؛ اور یہاں سے معاشرے میں مقاصدِ حق کو قوم کی اجتماعی زندگی پر حاوی ہونے کے لیے ممکنہ حد تک سماجی و

سیاسی وانتظامی قوت فراہم کروائی جائے۔ حق یہ ہے کہ طاقت کے سوتوں پر معتد بہٖ حد تک اثرانداز ہوئے بغیر، اور وہاں سے معاشرے کی ڈوریاں ہلانے کی کچھ نہ کچھ پوزیشن میں آئے بغیر 'فرد' کی اصلاح و تعمیر کا کوئی بڑے پیمانے mass-production کا پروگرام لانچ کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ (یہ مبحث ہم نے اپنے ایک اداریے "اصلاحِ فرد کے لیے پریشان طبقوں کی خدمت میں" قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے)۔ یہاں بیس کروڑ کے ایک ملک میں اگر آپ پون صدی لگا کر پچاس لاکھ کا ایک مجمع صالحین پر مشتمل بنا بھی لاتے ہیں تو معاشرے کی زندگی کو فساد سے ہٹا کر صلاح پر لے آنے میں آپ قطعی طور پر غیر مؤثر رہتے ہیں، بلکہ بے بس؛ جو کہ ہم بچشمِ سر آج دیکھ رہے ہیں۔ جبکہ ہمارے مجوزہ منہج کی رُو سے چند ہزار باصلاحیت افراد یہاں کے سماجی منظرنامے پر اچھے خاصے حاوی ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا نری تبلیغ سے فرد کو بدل ڈالنے کا ہدف ہماری نظر میں سراسر ایک غیر حقیقی ہدف ہے۔ گو ہم یہ نہیں کہتے کہ عام فرد کو ٹھیک کرنے کی کوشش ہی سرے سے مت کیجئے، خصوصاً اگر آپ کو منبر و محراب تک کچھ رسائی ہے؛ اور جو کہ اس وقت کا اہم ترین فورم ہے۔ یہاں؛ معاشرے کے 'عام فرد' کی اصلاح بقدرِ استطاعت ضرور کیجئے لیکن یہ توقع ہرگز مت رکھئے کہ 'عام فرد' کو ٹھیک کرتے کرتے بالآخر آپ معاشرہ ٹھیک کر دیں گے اور بس یہی منہج یہاں آگے بڑھنے کے لیے درست اور کامیاب ہے؛ اور قیامت تک آپ کو اِسی ایک راستے میں ناک کی سیدھ چلنا ہے! حق یہ ہے کہ معاشرے میں قوت اور تاثیر کے فورمز پر اثرانداز ہوئے بغیر معاشرے کے 'عام فرد' (صحیح تر تعبیر: "اوسط فرد") کی اصلاح جتنی آپ اپنی تبلیغ و وعظ کے ذریعہ سے کریں گے، جاہلیت اپنے بھاری بھرکم انتظامات کے ذریعے اس سے ہزاروں گنا فساد اس کے اندر برپا کر لے گی اور وہ نسبت تناسب جو معاشرے میں پائی جانے والی آپ کی تبلیغ اور اُس کے فساد کے مابین کچھ سال پہلے تھا وہ کچھ برس بعد خیر کے خلاف اور شر کے حق میں اور بھی زیادہ بڑھ جائے گا۔ اِس کو روک لگانے کے لیے، اور خیر کے حق میں اس کا پلڑا امکنہ حد تک جھکانے کے لیے، ضروری ہے کہ زندگی

کے مختلف شعبوں میں اترنے کے لیے، آپ کے پاس ایک واضح لائحۂ عمل ہو؛ اور یہی ہمارے مجوزہ منہج کا لب لباب۔

کیا خیال ہے اسلام کے تحریکی عمل کے پاس لبرل اور سیکولر ڈسکورس کے پرخچے اڑانے اور اسلامی عقیدہ کی حقانیت بیان کرنے پر دسترس رکھنے والا کوئی پانچ دس ہزار پروفیسر آج اِن دھڑا دھڑ کھلنے والی یونیورسٹیوں کے اندر اسلام کا نظریاتی محاذ سنبھالے ہوئے ہوتا؟! کیا نتیجہ وہی ہوتا جو اس وقت ان مادرہائے علمی میں الحاد کو تیزی کے ساتھ بڑھنے اور لبرلزم کے دندنانے کی صورت میں ہم دیکھ رہے ہیں؟ اپنے عہد کے شرک سے برسرِ جنگ، پیشہ ورانہ فوقیت professional excellence اور شخصیت کی سحر انگیزی charisma رکھنے والا ایک پروفیسر جو قوم کے اعلیٰ دماغوں کو ہاتھ میں کرنے کا فن جانتا ہو اور ان یونیورسٹیوں میں محض نوکری کرنے نہ جاتا ہو، یہاں چوکوں اور چوراہوں میں پھر کر تبلیغ کرنے والے واعظوں کی ایک بڑی جماعت سے زیادہ مؤثر ہے۔ اِس حقیقت میں بتائیے کس کو شک ہے؟

ایک دیانتدار، فرض شناس، کردار کا کھرا اور اعلیٰ مقاصد پر یقین رکھنے والا پولیس آفیسر اس پورے علاقے میں پائے جانے والے سینکڑوں واعظوں پر بھاری ہے۔ برائی کو ختم کرنے اور خیر کو ممکنہ حد تک معاشرے پر حاوی کرانے میں جو کردار ایسے ایک نڈر، خداخوف، باکردار پولیس افسر کا ہے وہ مبلغوں کے ایک جمِ غفیر کا نہیں ہو سکتا۔ کس کو اِس میں شک ہے؟ مگر ہم سینکڑوں اسلامی تنظیمیں اور لاکھوں مساجد مل کر ایسے کتنے دیانتدار، فرض شناس، کردارے کے کھرے اور اعلیٰ مقاصد پر یقین رکھنے والے پولیس آفیسر اِس معاشرے کو دے سکے ہیں؟ کیا یہ بات لمحۂ فکریہ نہیں؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ خال خال کہیں ایسا دیانتدار، چمکتے کردار کا مالک پولیس آفیسر دیکھنے کو مل جائے تو خود ہم 'مصلحین' اس کو حیران ہو ہو کر دیکھتے ہیں کہ آخر یہ کیسے ہو گیا... اور بے شمار جگہوں پر ہم خود ایسے فرشتہ صفت افسر کا ذکر کرتے ہیں!!!! ظاہر سی بات ہے پولیس کے محکمے میں ایسا کوئی اکادکا

صاف ستھرا دانہ محض اتفاقات کے زمرے میں شمار ہونے والی چیز ہے نہ کہ یہاں پر لانچ کروائے گئے کسی باقاعدہ پروگرام کی پیداوار۔ یہاں سے آپ پر کھلتا ہے کہ صالحین و مبلغین یہاں اپنی تمام تر دیوہیکل سرگرمی کے باوجود معاشرتی محاذوں پر سرگرم ہونے کے لحاظ سے سرے سے غیر موجود اور منظر نامے سے مکمل غائب ہیں۔ ان شعبہ ہائے حیات کو دیکھیں تو گویا اصلاح کار یہاں موجود ہی نہیں ہیں۔ ہوں گے اپنے حجروں اور چلّوں اور اپنے تنظیمی پروگراموں میں، جہاں شاید ان کے پاس کان کھجانے کی فرصت نہ ہوگی اور محنت کر کر کے گلے تھکے اور پاؤں سوجھے ہوں گے، مگر معاشرے میں تو یہ کہیں نہیں ہیں۔ دور دور تک نہیں ہیں۔

کسی انتظامی شعبے میں بہت اوپر کی سیٹ پر کسی صالح شخص کو بیٹھا دیکھ کر خود ہمیں کتنا تعجب ہوتا ہے! خصوصاً اعلیٰ اختیارات کے حامل عہدوں پر۔ ایسی کسی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ایک فاسد آدمی کے دم سے فساد کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور کسی صالح آدمی کے دم سے فساد کئی گنا گھٹ جاتا اور شر کا راستہ اچھا خاصا تنگ ہو جاتا ہے اور خیر کو بھی اپنے پنپنے کے لیے کچھ نہ کچھ راستے میسر آ ہی جاتے ہیں۔ یہ راستے اپنے مؤثر ہونے میں کئی گنا بڑھ جائیں اگر ایسے صالح لوگ ان بااختیار عہدوں پر اس قدر خال خال اور اِکادُکا نہ رہیں۔ لیکن ہم سب تنظیموں، جماعتوں اور منبروں اور محرابوں نے مل کر ایسے کتنے لوگ ایسی اعلیٰ بااختیار سیٹوں پر پہنچائے ہیں؟ حتیٰ کہ اس کے لیے کوشش کتنی کی ہے؟

جبکہ معاملہ اتنا دگرگوں ہے کہ ایسے اعلیٰ مناصب پر پائے جانے والے اچھے باکردار لوگ جو کہ خال خال ہیں، اگر دیانتدار، کھرے، بااصول اور کرپشن سے پاک ہوں گے بھی تو نظریات کے میدان میں شاید اچھے خاصے تہی دامن ہوں گے۔ اِلا ماشاء اللہ۔ باطل افکار کے ابطال پر دسترس رکھنا، اپنے زمانے کے شرک سے واقف ہونا، اور اسلام کو درپیش چیلنجوں سے بخوبی آگاہ اور ان سے نبرد آزما ہونے کے تقاضوں کا ایک اچھا ادراک رکھنا شاید ہی ان میں سے کسی کے حق میں پورا ہوتا ہو۔ یعنی جو اعلیٰ صاف ستھرے دانے یہاں آپ کو

ملتے بھی ہیں، وہ کسی ایک آدھ پہلو سے ہی قابل رشک ہوں گے اور ہم اسی پر خوشی اور حیرت سے دنگ ہو رہے ہوں گے کہ ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی! البتہ ایسا کوئی شخص اعتقاد اور عمل کا ایک بہترین امتزاج رکھتا ہو، اور ملک کو اسلام کی ڈگر پر چڑھانے کے ایجنڈا پر بھی اس کو ایک گہری نظر حاصل ہو، دوسری جانب وہ اپنی پیشہ ورانہ صلاحیت میں بھی اونچی چوٹیوں پر پایا جاتا ہو، اس کا انتظام تقریباً یہاں نہیں پایا جاتا۔ حالانکہ کیا شک ہے مؤثر عہدوں پر ایسے اچھے لوگوں کا تعداد میں بڑھنا معاشرے کے لیے غیر معمولی خیر لانے کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے؛ اور ایسے اچھے لوگوں کے دم سے یہ قوم سکھ کا سانس لے سکتی ہے۔ ہم نے دیکھا ہے، تعلیم کے شعبے میں ایک ایسا بااختیار آدمی جس کو اپنے نبیؐ کے دین سے وارفتگی کی حد تک لگاؤ اور اپنے نبیؐ کے دشمنوں سے مرنے مرانے کی حد تک دشمنی ہے، وہ اِس تعلیمی نظام کے مجموعی طور پر غیر اسلامی ہونے کے باوجود، شر کے ہزارہا راستے یہاں پھر بھی بند کر لیتا اور خیر کے ہزارہا راستے پھر بھی کسی نہ کسی طرح کھول لیتا ہے۔ جبکہ ایک گندا آدمی ایسے کسی منصب پر فائز ہو تو وہ مسلمانوں کے حق میں ریتلے سانپ سے بڑھ کر زہریلا اور خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں، ایسے سانپوں کو تعلیم کے شعبے میں، بااختیار مناصب کے لیے تیار کرنے پر سات سمندر پار سے آئی ہوئی این جی اوز کامیاب ہو رہی ہیں، کیونکہ ان کے پاس ہمارے معاشرے میں ایک متحرک کردار a vibrant role ادا کرنے کے لیے ڈھیروں پلان ہیں، حتیٰ کہ قادیانی اور آغاخانی اس بہتی گنگا میں دھڑا دھڑ ہاتھ دھونے لگے، مگر ہم اسلامی تنظیموں، جماعتوں، منبروں اور محرابوں کے پاس خود اپنے ملک میں رہتے ہوئے ایسا کوئی پلان نہیں۔ ہمارے خیال میں وعظ، تقریر اور درسِ قرآن ہی یہاں فی الحال کے لیے کافی ہے!

تحقیق و ترقی research & development سے متعلقہ بے شمار شعبے، قومی رائے سازی opinion making کے شعبے اور ادارے، ہیومن ریسورسز human resources کے شعبے، وغیرہ وغیرہ... یہاں پر حق پرست ایجنڈا کے ساتھ ہم نے کتنی

پیش قدمی کرنے کی کوشش کی ہے؟ قوم کو قیادت دینے کے ایسے کتنے منصوبے بنائے اور عملاً پروان چڑھائے ہیں؟ باہر بیٹھ کر اس قوم کو تقریریں کرتے اور درس دیتے چلے جانے سے آخر فرق کیا پڑے گا؟ مسلمان اپنے گردوپیش کی دنیا میں اتنا غیر مؤثرineffective اور غیر متعلقہirrelevant شاید کبھی بھی نہیں ہوا تھا۔

تو پھر ہمارے تجویز کردہ اِس منہج کا خلاصہ کیا ہوا؟ ظاہر ہے یہ نہیں کہ آپ انقلاب لانے کے اپنے سب پروگرام ختم کر دیں۔ انقلاب کی کوشش بے شک کیجئے۔ ہماری تجویز ظاہر ہے یہ نہیں کہ آپ اپنی تبلیغی سرگرمیاں موقوف کر دیں۔ تبلیغی سرگرمی آپ ضرور جاری رکھئے۔ مگر زندگی کے عملی شعبوں میں ایک پورے اسلامی پروگرام اور ایک باقاعدہ اسلامی ایجنڈا کے ساتھ اترنے کا بھی کوئی انتظام کیجئے۔ یہاں ایک ایک عہدے اور ایک ایک سیٹ پر صالحین کو اوپر پہنچانے کے لیے سرگرم ہو جایئے؛ اور اِس معاملہ میں مسلک اور تنظیم کے فرق کو ختم کر کے رکھ دیجئے؛ نصرت، ولاء اور تعاونِ باہمی کی بنیاد صرف اسلام اور سنت کو رکھئے (سنت جو اپنی وسعت میں مذاہب اربعہ کو شامل ہے)۔ طاقت اور تاثیر کے سوتوں پر اثرانداز ہونے کے جو جو عوامل ہاتھ میں کیے جا سکتے ہوں ان کو بہر حال ہاتھ میں کیجئے۔ یہاں شر کو ختم نہیں کیا جا سکتا تو جتنا پسپا کیا جا سکتا ہو اتنا پسپا کیا جائے اور اس کے مقابلے پر خیر کو جتنی قوت دلائی جا سکتی ہو اتنی قوت دلوانے کی سبیل بہر حال کی جائے۔ یہاں کی مؤثر پوزیشنوں پر کردار کے کھرے، باشعور، قوم کے حقیقی ہمدردوں کا ایک معتد بہ تعداد میں پہنچنا خیر کے بہت سے راستوں کو کھولنے اور شر کے بہت سے راستوں کو بند یا تنگ کرنے کا خود بخود موجب ہو سکتا ہے۔ یہاں تک کہ معاشرتی عمل پر حاوی ہوتے ہوتے، اسلامی سیکٹر یہاں ایک بہت اعلیٰ پوزیشن میں آسکتا ہے۔ پھر جیسے جیسے معاشرتی محاذ پر یہ اپنی پیش قدمی میں کامیابی پائے گا، ویسے ویسے اس کے آپشن بڑھتے اور نکھرتے چلے جائیں گے۔

یہاں یہ ذکر کرتے چلیں، ترکی کا تجربہ، جو کہ اسلامی سیکٹر کے حق میں اس وقت تک کا کامیاب ترین تجربہ ہے، اسی طریق کار کا مرہونِ منت ہے۔ یعنی سماجی شعبہ جات میں قوم

کے حقیقی ہمدردوں کی ڈھیروں کے حساب سے بھرتی اور اوپر جا پہنچنے کی خاصی خاصی کامیاب کوششیں۔ جس سے باشعور باصلاحیت اسلامی عنصر کا معاشرتی فورموں پر غلغلہ ہوا۔ اسلامی سیکٹر اعلیٰ دماغوں پر اثرانداز ہونے کے فورموں پر خوب حاوی ہوا۔ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں ذہن سازی کا عمل اچھا خاصا وہاں کے اسلام پسندوں کے ہاتھ میں آگیا اور دیگر مؤثر شعبوں میں بھی قوم کے غمخوار اچھی تعداد میں پائے جانے لگے۔ یہ کام کئی عشروں کی محنت سے انجام پایا تھا۔ آخر یہ ہوا کہ سیاست کے میدان میں بھی یہ فصل کام دینے لگی۔ لیکن ہم نے دیکھا، سیاست کے میدان میں بھی تاحال وہ کسی 'اسلامی انقلاب' کا علم اٹھا کر آگے نہیں بڑھ رہے، بلکہ سیاست کے میدان بھی وہ ''اصلاح حسبِ استطاعت'' کے اصول پر چلتے ہوئے ہی پیش قدمی کر رہے ہیں۔ یہ الگ بات کہ 'انقلاب' کے حق میں بہت سے دوررس اقدامات کرنے میں وہ ہماری توقع سے بڑھ کر کامیاب رہے اور آئندہ دنوں میں شاید وہ اسلامی ایجنڈا کے حق میں کچھ دنگ کر دینے والے اقدامات بھی کریں۔ یعنی ان کی سیاسی پیش قدمی تک 'انقلابی' نہیں بلکہ 'اصلاحی' ہے اور ایک طرح سے اسلامی عمل کی 'راہ ہموار کرنے' سے عبارت ہے۔ مختصراً یہ کہ جتنی سپیس space ملے، اس کو لیا جائے اور اس کے ذریعے مزید کے لیے سپیس space پیدا کی جائے، اور پھر اس کو لے کر مزید کے لیے کوشاں ہوا جائے، علیٰ ھذا القیاس، باطل کو مسلسل پیچھے دھکیلتا چلا جائے... یہاں تک کہ اتنی زمین آپ کو حاصل ہو جائے کہ آپ اپنی باقاعدہ اسلامی تعمیرات کرنے لگیں۔ کیونکہ 'اسلامی تعمیرات' کے لیے 'زمین' حاصل ہونا بہرحال شرط ہے؛ اس کے بغیر ہوائی قلعے ہی بنائے جاسکتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی شاندار اور بے عیب ہوں۔ ہم کہتے ہیں، صورتحال کی مناسبت و مطابقت کو مدنظر رکھتے ہوئے، اصولاً و شرعاً اس کی پوری گنجائش ہے۔ گناہ یہ چیز وہاں پر ہو گی جب ایک چیز پر آپ کو پوری قدرت حاصل ہو گئی اور اس کے عواقب کو سنبھالنا آپ کے بس میں ہو گیا، لیکن پھر بھی آپ اس میں اسلام کے بتائے ہوئے فرض پر پورا اترنے سے پہلو تہی کر رہے ہوں۔ ہاں جہاں آپ کی

استطاعت محدود ہے وہاں آپ کی جواب پرسی بھی محدود ہے۔ امام ابن تیمیہ اسی لیے اس حوالہ سے متعدد مقامات پر دورِ نبوی سے نجاشیِ حبشہ کی مثال دیتے ہیں۔

بخدا اگر بیس کروڑ کے ایک ملک میں حق پر قائم ایک دعوت کو چند ہزار مؤثر افراد میسر آجائیں تو اس ملک کی قسمت بدلی جاسکتی ہے۔ 'انقلاب' آئے یا نہ آئے، یہاں بہت سے اسلامی مقاصد برلائے جاسکتے ہیں۔ بہت سے اسلامی اہداف جو معاشرے میں زنگ آلود ہو رہے ہیں، اس قوم کی زندگی میں عود کر آسکتے ہیں۔

*****

اس موضوع کے بعض گوشے تشنۂ وضاحت ہیں۔ آئندہ چند اداریوں میں ہم ان پر قلم اٹھائیں گے۔ ان شاء اللہ